© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

محاضرۂ چہارم

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن)

"اس محاضرے میں جن معلومات کا تازہ کرنا اور پڑھنے والوں کے دماغ میں جن کو حاضر کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے دین اسلامی کے اس حصہ میں جو البنیات کہلاتے ہیں اور وہ حصہ جو البنیات کی حیثیت نہیں رکھتا دونوں کے مطالبت میں جو فرق مسلمانوں کے نزدیک پیدا ہو گیا ہے یہ کسی اتفاقی واقعہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ابتدا ہی سے قصداً وارادۃً ایسی تدبیریں عہد نبوت و خلافت میں اختیار کی گئیں جن کا یہ قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے، عہد نبوت میں حدیثوں کا قلم بند ہونا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو سارے مکتوبہ مجموعوں کو آپ نے نذر آتش کرا دیا اور حدیثوں کی کتابت کی عام ممانعت کر دی گئی، مگر بعض خاص وجوہ سے انفرادی طور پر ایک دو صحابیوں کو اجازت مرحمت ہوئی

آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں خود ایک مجموعہ حدیثوں کا قلم بند فرمایا جس کی ضخامت امام مالک کے موطاء کے برابر تھی، مگر انھوں نے بھی اس نسخہ کو جلا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حدیثوں کے قلم بند کرانے کا ارادہ کیا، مگر اس ارادہ سے بالآخر دست بردار ہو گئے اور ان کے زمانے تک جن جن لوگوں نے حدیثوں کو قلم بند کیا تھا، سب کو منگوا کر جلوا دیا یوں تحریق یعنی حدیثوں کے نذر آتش کرنے کا تین دفعہ یہ واقعہ پیش آیا اس کے اسباب کیا تھے۔ دین کے غیر بنیادی حصہ کے متعلقہ اختلافات میں رواداری کے جذبات کی پرورش اس کے متعلق عہد نبوت اور عہد خلافت میں جو کچھ کیا گیا اس کی تفصیل، عہد عثمانی میں سبائی فتنے کا ظہور، جعلی حدیثوں کا رواج، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس فتنے کی طرف توجہ، صحیح و غیر صحیح حدیثوں کی تمیز کے لئے حضرت علی کی طرف سے درایت کا معیار مسلمانوں کو عطا کیا گیا مگر یہ معیار بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کافی نہ ہوا تب "اسماء الرجال" کے فن کی ترتیب کا الہام مسلمانوں کو ہوا اور اسی کی بدولت روایت کا نیا معیار پیدا ہوا جس نے ہمیشہ کے لئے اس سوراخ کو "الدین الخاتم" میں بند کر دیا جس کی راہ سے گذشتہ مذاہب میں ہمیشہ متھالوجی (خرافات) وغیرہ چیزیں داخل ہوتی رہتی تھیں"۔ (مناظر احسن گیلانی)

جیسا کہ مسلسل عرض کر چکا ہوں کہ اُمت کو اپنے پیغمبر سے جو دین ملا ہے اس کا ایک حصہ تعامل و توارث کی قوت کی پشت پناہی میں نسلاً بعد نسل بغیر کسی انقطاع کے اگلی نسلوں سے پچھلی نسلوں میں تواتر و توارث کے قانون کے تحت اس طریقہ سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے کہ اس کے متعلق اس قسم کا شبہ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہنچایا ہوا ہے یا نہیں، اسی قسم کا شبہ ہے کہ کسی کو خود پیغمبری کے متعلق یہ مالیخولیا ہو جائے کہ واقع میں اس نام کے کوئی آدمی تھے بھی یا نہیں یا تھے تو رسالت کا انھوں نے دعویٰ بھی کیا تھا یا نہیں، ظاہر ہے کہ جنونی اختلال سے پہلے اس قسم کے شکوک کی کسی صحیح دماغ میں قطعاً گنجایش پیدا نہیں ہو سکتی، قرآن اور قرآن کے عملی مطالبات کے تشکیلات اور اس نوعیت کی چیزوں کا یہی حال ہے، یا بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق اس قسم کی ناقابل تزلزل یقین و قطعیت کا دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کے متعلق شک اندازی بھی آسان نہیں ہے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسح خفین یعنی موزے پر وضو میں مسح کے متعلق اس قسم کے الفاظ جو منقول ہیں۔

اخاف الکفر علی منکر المسح علی الخفین — خفین (یعنی موزے) پر مسح کے انکار کرنے والوں پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے۔

یا امام صاحب ہی نے اسی کے متعلق ایک دفعہ یہ بھی کہا کہ

لم اقل بالمسح علی الخفین حتی جاءنی مثل ضوء الصبح — خفین (موزے) پر مسح کرنے کا فتویٰ اس وقت دیا جب صبح کی روشنی کی شکل میں یہ مسئلہ مرے سامنے آگیا۔

اور اس کی وجہ وہی ہے کہ گو قرآن میں ارجل یعنی پانی کے دھونے کا مطالبہ کیا گیا ہے جس کا بظاہر مطلب یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ براہ راست وضو میں پاؤں کو دھونا چاہئے، ظاہر ہے کہ بجائے دھونے کے خود پاؤں نہیں بلکہ اس کپڑے کو تر ہاتھ سے چھو لینا یعنی مسح خفین کو کافی قرار دینا قرآنی مطالبہ مگر گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک طرح سے ترمیم کی شکل پیدا ہو جاتی ہے اور قرآنی مطالبہ میں ہلکی سی ترمیم بھی کسی ایسی ہی چیز سے ممکن ہو سکتی ہے جو قطعیت اور یقین آفرینی میں اس کے مساوی ہو۔ امام صاحب کی پریشانی کا منشاء اس مسئلہ میں واقعہ کی یہی صورت تھی، لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ

قد ثبت من سبعین صحابیا (مسح خفین) ستر صحابیوں (کی روایتوں) سے

ورت شذی وغیرہ وشش ثابت ہوئی۔

تب امام کو بھی اس کے سامنے سر جھکانا پڑا۔

بہرحال دین کے ان تبیّنات یا تبیّنات کے قریب جو چیزیں ہیں، ان کے سوا دین ہی کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جسے گو منسوب کرنے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن شروع میں پیغمبر کی طرف منسوب کر کے ان چیزوں کے بیان کرنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے حتیٰ کہ بسا اوقات صحابہ کے طبقہ میں یا ان کے بعد بھی ایک دو آدمی سے زیادہ اور کسی سے وہ نہیں سنی گئی ہیں، اصطلاحاً ان ہی چیزوں کا نام خبر آحاد رکھ دیا گیا ہے سوال یہی ہے کہ جب ان کا بھی دین ہی سے تعلق تھا وہ بھی پیغمبر ہی کی عطا کی ہوئی چیزیں تھیں یعنی قرآنی حکم

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم رسول نے جو کچھ تمہیں دیا اُسے لے لیا کرو، اور جس

عنہ فانتھوا سے روکا اس سے رک جاؤ۔

کے ذیل سے ان کو خارج نہیں کیا جا سکتا ہے، تو پھر ایسا کیوں ہوا کہ چند محدود افراد ہی تک ان کی روایت محدود ہو گئی؟

علامہ ابوبکر جصاص نے اپنی تفسیر میں اس سوال کو اُٹھایا ہے اور خود ہی پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہی بات یعنی چند خاص افراد ہی تک ان روایتوں کا محدود رہنا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق تبلیغ عام کی کوشش نہیں کی، وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی اشاعت عمومی رنگ میں فرمائی ہو، لیکن بیان کرنے والے اس کے ایک دو آدمی ہوں انھوں نے اس موقعہ پر رویتِ ہلال (چاند دیکھنے) کے مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔ اپنے مطلب کو اسی مثال سے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک بڑا مجمع چاند کو ڈھونڈھ رہا ہو، اور آسمان میں کسی قسم کی علت (یعنی گرد و غبار وغیرہ) بھی نہ ہو اور چاند کے ڈھونڈھنے والوں میں ہر ایک چاہ رہا ہے کہ چاند پر اس کی نظر پڑ جاتے، ہر ایک کو اسی کی لو لگی ہوئی ہے۔ مگر باوجود اس کے صرف چند آدمی اکّے دکّے تو چاند کو دیکھ پائیں لیکن دوسرے لوگ جن کی آنکھیں صاف ستھری بھلی چنگی تھیں ان کی نظر چاند پر نہ پڑسکے (ایسا نہیں ہو سکتا) ج ۱ ص ۲۴۲ ایسی صورت میں جصاص کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا پڑے گا"

"یہ چند اکے دکے جنہوں نے چاند دیکھنے کا دعویٰ (اس طرح سے کیا ہے) ان عام نہ دیکھنے والے کے مقابلہ میں جو کیا ہے، قطعاً کسی نہ کسی غلطی کے شکار ہیں، یا یہ ہوا ہے کہ خیالی چاند کو انھوں نے چاند سمجھ لیا ہے یا اگر یہ نہیں ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ غلط بیانی سے یہ کام لے رہے ہیں"

علامہ کا مقصد یہ ہے کہ جیسے رویت ہلال کے مسئلہ میں یہ فیصلہ عقل کا ایک فطری فیصلہ ہوگا، بجنسہ اسی طرح ایسی بات جس کی عام اشاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں میں کی گئی ہو، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسی عام پھیلائی ہوئی خبر کو صرف ایک دو آدمی ہی بیان کریں، وہ لکھتے ہیں کہ

غیر جائز علیہا ترک النقل والاقتصار علی ما ینقلہ الواحد بعد الواحد	اس قسم کی خبر کے متعلق یہ جائز نہ ہوگا کہ عام لوگوں نے اس کی اشاعت و نقل ترک کر دی ہو، اور ایک سے ایک اس کو روایت کرے۔

پس معلوم ہوا کہ خبر الواحد بعد الواحد کی راہ سے جو چیزیں امت تک منتقل ہوئی ہیں، درحقیقت پیغمبر ہی ان کی عام تبلیغ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے نہیں کرنا چاہتے تھے کہ عوام سے عمومی طور پر ان کا مطالبہ ہی مقصود نہ تھا۔ اگر ان کی تبلیغ میں بھی عمومیت کا رنگ پیدا کر دیا جاتا تو ظاہر ہے کہ جو کیفیت اس وقت ان میں پائی جاتی ہے یہ باقی نہ رہتی بلکہ عمومی تبلیغ کی وجہ سے بجائے ایک دو کے ان کے بیان کرنے والوں کی تعداد ان چیزوں کے بیان کرنے والوں کے برابر ہو جاتی جن کی تعمیل کا مطالبہ ہر مسلمان سے کیا گیا ہے جو قطعاً خلاف مقصود بات ہوتی۔

اس باب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ تراویح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی نماز دو تین دن پڑھنے کے بعد آپ نے ترک فرما دی، اور وجہ ترک کی بھی بیان فرمائی کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں فرضیت کی شکل یہ نماز نہ اختیار کرلے۔ یہ حج کے متعلق پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا ہر سال مسلمانوں پر حج فرض کیا گیا ہے؟ آں حضرت اس سوال پر خاموش ہوگئے۔ لیکن پوچھنے والے صاحب نے دوسری دفعہ تیسری دفعہ جب سوال کو دُہرایا تب آپ نے یہ کہتے ہوئے کہ ہر سال فرض نہیں ہے آگے اسی طریقہ تبلیغ کی خصوصیتوں کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ

"جن باتوں کو میں چھوڑ دیا کروں تم لوگ بھی اُن کو چھوڑ دو"

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ

"میں اگر ہاں کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج مسلمانوں پر فرض ہو جاتا اور وہ تمہارے بس کی بات نہ تھی دیکھو! تم سے پہلے قومیں اسی کثرتِ سوال اور پوچھ گچھ کے ہاتھوں تباہ ہوئیں۔

خود قرآن ہی میں مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا کہ ایسی باتیں نہ پوچھا کریں جو اگر بتادی جائیں تو تمہیں ناگوار معلوم ہوں گی، اور آخر میں اعلان کر دیا گیا قرآن میں اعلان کرایا گیا کہ

عفا اللہ عنہا ان اللہ غفور رحلیم (مائدہ) — معاف کرچکا ہے اللہ ان باتوں کو قطعاً اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان دشواری میں نہ مبتلا ہو جائیں، اسی لئے بہت سی باتوں سے قصداً خاموشی اختیار کی گئی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت حدیث کی کتابوں میں پائی جاتی ہے یعنی فرماتے کہ

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدوداً فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تقربوھا وترک اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوھا (جمع الفوائد بحوالہ رزین)

سچ مچ اللہ نے تم پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں تو انھیں کھو مت اور اسی نے کچھ حدود مقرر کئے ہیں، ان کو پھاندنا مت، اسی نے کچھ چیزیں تم پر حرام کی ہیں تو ان کے نزدیک نہ پھٹکنا اور اسی اللہ نے کچھ چیزیں چھوڑ بھی دی ہیں یعنی ان کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے، اور ایسا بھول کر نہیں کیا ہے تو ان کو کریدنا مت۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بعض باتوں کا اس سلسلہ میں ذکر بھی فرماتے تو خاص خاص لوگوں سے فرماتے، ابوہریرہ کہا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح کی باتیں یاد کی ہیں جنہیں لوگوں میں میں نے پھیلادی ہیں وہ صرف ایک قسم کی چیز ہے، عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ساری باتوں کو میں لوگوں سے اس لیئے نہیں بیان کرتا کہ جو نہیں جانتے ہیں وہ خواہ مخواہ میری مخالفت کریں گے (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۲)

حذیفہ بن یمان تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی تھے جن سے آپ نے بہت سی باتیں فرمائی تھیں جو دوسروں کو معلوم نہ تھیں، خصوصاً آئندہ پیش آنے والے حوادث و واقعات کا خصوصی علم حذیفہ کے پاس تھا، بکثرت حدیثوں میں اس کا ذکر آتا ہے کہ کسی صحابی سے آپ نے حدیث بیان کی، صحابی نے اجازت چاہی کہ لوگوں میں اس کی اشاعت کروں آپ نے منع کر دیا حضرت معاذ بن جبل ابوہریرہ اور بھی دوسرے صحابیوں سے اس قسم کی روایتیں نقل کی گئی ہیں اور عام صحاح کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، بلکہ متعدد اصحاب مثلاً زبیر بن العوام، سعد بن وقاص، زید بن ارقم وغیرہ سے ایسی روایتیں کتابوں میں جو پائی جاتی ہیں کہ لوگوں نے ان بزرگوں سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں نہیں بیان کرتے تو فرماتے کہ حدیثیں تو ہم نے بھی سنی ہیں، ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں سالہا سال تک رہتے تھے، لیکن خوف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے جس کی سزا سخت ہے، صحابہ کے ان اقوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ان معلومات کی عام اشاعت کے مشغلہ میں مصروف ہو کر خواہ مخواہ اس خطرے کو کیوں خریدیں جس سے بڑا ایمانی خطرہ مشکل ہی سے کوئی ہو سکتا ہے یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کا انتساب کا جرم صرف خود ہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس قسم کی حدیثوں کی عام اشاعت سے صحابہ اپنے زمانہ میں منع کیا کرتے تھے، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم میں یہ روایت منقول ہے کہ لوگوں کو اس کی تاکید کیا کرتے تھے کہ عام لوگوں کی سمجھ سے جو باتیں باہر ہوں ان کا ان سے ذکر نہ کرنا چاہیئے، ورنہ بعضوں کو فتنہ میں یہی باتیں مبتلا کر دیں گی (مسلم) حضرت علی کا تو یہ قول مشہور ہی ہے، یعنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ (بخاری وغیرہ) عام لوگوں سے وہی باتیں بیان کیا کرو جنہیں وہ جانتے پہچانتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا جائے۔

ری نے حضرت علی کے خطبہ کا ایک حصہ نقل کیا ہے جس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ

ان الفقیہ حق الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ سب سے بڑا سمجھ والا آدمی وہی ہے جو عام لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے۔

ر بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی تاکیدی لہجہ میں صحابہ کو حکم دیا کرتے تھے

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا (بخاری ومسلم) آسانی اختیار کیا کرو، دشواری میں لوگوں کو مبتلا نہ کرنا خوش خبریاں سنایا کرو، (ایسی باتیں نہ کیا کرو) جن سے لوگوں میں نفرت پیدا ہو اور وہ بھاگ جائیں۔

سہل بن حنیف صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف منسوب کرکے ان الفاظ کو بیان کرتے تھے عام لوگوں کو خطاب کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے،

"لوگو اپنے اوپر سختی نہ کیا کرو، تم سے پہلے جو قومیں تباہ ہوئیں اسی لئے تباہ ہوئیں . . . . کہ اپنے اوپر انھوں نے سختیاں کیں، ان لوگوں کی بچی کھچی یادگاریں اب بھی تم لوگوں کو کلیساؤں اور دیارات (عیسائیوں کی خانقاہوں) میں مل سکتی ہیں۔ جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۴ بحوالہ طبرانی فی الکبیر والاوسط

بہرحال علامہ ابوبکر جصاص نے نکتہ کی بات جو سمجھی ہے یعنی ایسی ساری روایتیں جن کے بیان کرنے والے اسلام کے ابتدائی دور (عہد صحابہ وتابعین) میں گنتی کے چند آدمی بلکہ بسا اوقات ایک ہی آدمی ہیں، اصطلاحاً جن روایات کا نام خبر آحاد ہے یا جصاص نے "خبر الواحد بعد الواحد" کے الفاظ سے جن کی تعبیر کی ہے، اپنی کتاب "الرسالہ" میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے علم الخاصہ من خبر الخاصہ (الرسالہ) یا "خبر الواحد عن الواحد حتی ینتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (یعنی ایک نے ایک سے سنا تا آنکہ اسی طرح یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہو) وغیرہ الفاظ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو موسوم کیا ہے، یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا وہی حصہ ہے جس کی عام اشاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرنا چاہتے تھے اسی لیے ان کا ذکر بھی عام لوگوں سے نہیں بلکہ خاص خاص صحابیوں سے فرمایا گیا۔

بہرحال دین کے بنیادی وغیر بنیادی حصوں میں مطالبہ اور گرفت کی قوت وضعف کے لحاظ سے مدارج و مراتب کے جس فرق کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرنا چاہتے تھے، اس کی یہی تدبیر تھی جو اختیار کی گئی تھی، یعنی بنیادی حصہ کی تو عام اشاعت کا انتظام کیا گیا اور اسی کے مقابلہ میں غیر بنیادی چیزوں کے متعلق اس کی کوشش کی جاتی تھی کہ ان میں عمومیت کا وہ رنگ نہ پیدا ہو، جو ان کو بنیادی عناصر و اجزاء کے ساتھ مشتبہ کر دے۔

لیکن مراتب کے اس فرق کو پیدا کرنے میں نبوت کی اور نبوت کے بعد نبوت کے کاموں کی تکمیل کرنے والے بزرگوں یعنی خلفاء راشدین کی نگرانیاں کیا اسی حد تک محدود تھیں، واقعات سب ہی کو معلوم ہیں، لیکن ان کے اسباب کیا تھے، تفصیل کے ساتھ لوگوں نے اس کے سمجھنے کی کوشش جیسی کہ چاہیے شاید نہیں کی۔

آخر میں پوچھتا ہوں کہ حدیث کے متعلق بے اعتمادی پھیلانے والوں کی طرف سے یہی بات جو پیش ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حدیثیں لکھی نہیں گئیں، بلکہ لکھنے کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کر دی تھی، میرا اشارہ صحیح مسلم کی اس مشہور حدیث کی طرف ہے یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من کتب عنی غیر القرآن شیئاً فلیمحہ (۲۰) جس نے قرآن کے سوا میری کوئی بات لکھی ہے تو چاہیے کہ اس کو مٹا دے

مگر میں کہتا ہوں کہ دوسری کوئی روایت اگر نہ بھی ہوتی صرف یہی ایک حدیث اور اس حدیث کے یہی الفاظ بھی ہوتے تو اسی کو عہد نبوت میں کتابت حدیث کا وثیقہ بنایا جا سکتا ہے، یعنی اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو آنحضرت کی زندگی ہی میں آپ ہی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمانہ میں صحابہ قلمبند کرنے لگے تھے آخر خود غور کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ من کتب عنی غیر القرآن (جس نے قرآن کے سوا میری کوئی بات لکھی ہے) کیا اپنے الفاظ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اطلاع نہیں دے رہے ہیں کہ بعض لوگوں نے قرآن کے سوا بھی حدیثوں کو لکھنا شروع کیا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث سے عہد نبوت میں حدیث کے عدم کتابت کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں یہ تو الگ بات ہے مگر حدیث عہد نبوت میں بھی لکھی جا چکی تھی اس کی شہادت تو بہرحال اس سے فراہم ہوتی ہے میرا مطلب یہ ہے کہ عدم کتابت کے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے صرف حدیث کے اتنے الفاظ کافی نہیں ہیں بلکہ دعوی کرنے والوں پر اس کا بار ثبوت ہے کہ پیغمبر کے اس حکم کی صحابہ نے تعمیل بھی کی میں یہ نہیں کہتا کہ پیغمبر کے حکم کی صحابہ تعمیل نہ کرتے تو اور کون کرتا لیکن کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جس حدیث کو آپ لوگ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش فرما رہے ہیں اس میں تو اس کا ذکر نہیں ہے، یعنی اس میں یہ نہیں ہے کہ حضور کے اس ارشاد کے بعد لوگ لکھنے سے رُک گئے، اور جن کے پاس حدیثوں کا جو لکھا ہوا سرمایہ تھا اسے انھوں نے مٹا دیا یا ضائع کر دیا، البتہ صحابہ کے عام حالات کی بنیاد پر یہ استنباطی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کو جب حکم دیا گیا تھا تو اس حکم کی تعمیل چوں کہ انھوں نے ضرور کی ہوگی اس لئے ماننا چاہئے کہ اس حکم کے بعد حدیثوں کی کتابت کا سلسلہ بھی رُک گیا، اور جو کچھ لکھا گیا تھا اُسے ضائع کر دیا گیا۔ پس اصل حدیث کے ساتھ جب تک اس بیرونی اضافے کو نہ جوڑا جائے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور سچ تو یہ ہے کہ اس خارجی اضافے کے بعد بھی جو کچھ آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس کا اثبات مشکل ہے آخر زیادہ سے زیادہ کہنے والے یہی تو کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کی تعمیلی جذبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ماننا چاہئے کہ لکھنے کے بعد جن جن لوگوں کو اپنی مکتوبہ حدیثوں کے مٹانے یا ضائع کرنے کا موقعہ ملا انھوں نے ضائع کر دیا ہوگا مگر کون کہہ سکتا ہے کہ ہر ایک کو اس کا موقعہ ضرور ہی ملا ہوگا۔ آخر ان ہی لکھنے والوں میں جن کی وفات ہو چکی ہوگی، اگر کوئی مسودہ ان کے گھر میں پڑا رہ گیا ہو یا وفات ہی نہیں تبدیل مقام مثلاً مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانے کی وجہ سے یہ ہو سکتا ہے کہ بعضوں کی رسائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے لکھے ہوئے مسودات تک آسان نہ ہو، اسی قسم کے دوسرے موانع بھی پیش آ سکتے ہیں اور یہ ساری باتیں اس وقت ہیں جب یہ مان لیا جائے کہ جن لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا ان میں ہر ایک تک نبوت کا یہ ارشاد پہنچ بھی گیا اور جن تک پہنچا انھوں نے یہ یقین بھی کر لیا ہو کہ اس حکم کی تعمیل واجب ہے حالانکہ اس کا ثابت کرنا بھی آسان نہیں ہے۔[1]

اور سچ تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا حکم کیوں دیا گیا تھا، جہاں تک میں جانتا ہوں عموماً اس کے تفصیلات پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، بلکہ ایک عام غلط فہمی جو پھیلی ہوئی ہے کہ عہد نبوت جو جاہلیت سے بالکل متصل عہد تھا، اس میں نوشت وخواند، کتابت کے ساز و سامان کی بھی عرب میں بہت کمی تھی، اور ایسے لوگ جو لکھنا جانتے ہوں صحابہ میں محض گنتی کے چند آدمی تھے، ان ہی عام سطحی معلومات سے متاثر طبائع نے سمجھ لیا کہ عہد نبوت میں حدیثیں اگر کچھ لکھی بھی گئی ہوں گی تو ان کے لکھنے والے گنے چنے چند صحابی ہی ہوں گے حالانکہ جہاں تک واقعات اور روایات

---

[1] آخر لکھے ہوئے الفاظ کے مٹانے ہی کا تو وہ قصہ ہے جس کا صلح حدیبیہ کے صلحنامہ کے سلسلہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے الفاظ حضرت علی لکھ لیتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت علی کو حکم دیتے ہیں کہ ان الفاظ کو مٹا دو، مگر حضرت علی تعمیل سے قطعی طور پر اپنے آپ کو معذور پاتے ہیں اور ان مکتوبہ الفاظ کے مٹانے کی حکم کی حضرت علی تعمیل نہیں کرتے ہیں، ظاہر ہے حضرت علی کا تعمیل حکم سے گریز یا انکار کسی سرکشی اور بغاوت پر مبنی نہ تھا بلکہ اس انکار میں تعمیل کا ایسا عمیق جذبہ پوشیدہ تھا جس پر ہزاروں تعمیلی جذبات قربان کر دیے جا سکتے ہیں یہ تو موقع اور محل کی بات ہوتی ہے بسا اوقات انکار ہزار ہا اقرار پر بھاری ہو جاتا ہے حکم دینے والے اور جنہیں حکم دیا گیا جس حال میں دیا گیا اور جس چیز کا حکم دیا گیا ہو ان ساری خصوصیتوں کو پیش نظر رکھ کر ایسے موقعہ پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اشاعت عام کا رنگ ان حدیثوں میں نہ پیدا ہو، اس لئے مکتوبہ حدیثوں کے مٹانے کا حضور نے حکم دیا ہے۔ چونکہ میری مکتوبہ حدیثوں سے اشاعت عام کی کیفیت پیدا نہ ہو گی اس لئے میں نہ مٹاؤں تو کیا حرج ہے۔ بہر حال سب سے بڑی دلیل جو مخالفین حدیث کی طرف سے حدیثوں کی بنیاد کو متزلزل کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کتنے گوناگوں احتمالات سے وہ بھری ہوئی ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا تعلق ہے، واقعہ کی صورتِ حال اس سے بالکل مختلف معلوم ہوتی ہے۔

نوشت وخواند اور اس کے جاننے والوں کے قحط وقلت کی غلط فہمیوں کے متعلق مجھے جو کچھ کہنا تھا، اس کتاب میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی ان کے متعلق بہت کچھ کہہ چکا ہوں اسی کتاب میں کسی جگہ اس کی بحث آچکی ہے۔ غالباً ناظرین کے دماغ میں ابھی وہ معلومات تازہ ہوں گے اس لئے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے میں آپ کے سامنے بعض نئی روایتیں اسی سلسلہ کی پیش کرتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ یہ جو اس موقعہ پر عموماً سمجھ لیا گیا ہے یا اب بھی سمجھ لیا جاتا ہے کہ حدیثوں کی کتابت کا تعلق محض معدودے چند محدود افراد سے ہوگا معلومات سے کتنی ناواقفیت پر یہ خیال مبنی ہے۔ سنئے مجمع الزوائد میں ہیثمی نے اس کی تصریح کرتے ہوئے کہ اس روایت کے بیان کرنے والے معمولی لوگ نہیں ہیں بلکہ "رجالہ رجال الصحیح" (اس روایت کے بیان کرنے والے سب صحیح بخاری کے راوی ہیں) یہ ہیثمی کے بجنسہ الفاظ اس روایت کے راویوں کے متعلق ہیں بہرحال عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کی یہ روایت ہے، میں بجنسہ ان کے الفاظ ہی نقل کردیتا ہوں۔

قال کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ	عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
وسلم ناس من اصحابہ وانا معھم وانا	صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آپ کے صحابیوں
اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	میں سے کچھ حضرات تھے میں بھی ان ہی میں تھا،
من کذب علیّ متعمداً فلیتبوء مقعدہ من	اور ان سب سے عمر میں چھوٹا میں ہی تھا، (اسی
النار، فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون	مجلس میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	فرمایا کہ جان بوجھ کر جو میری طرف جھوٹ کو منسوب
وقد سمعتم ما قال وانتم منھمکون فی الحدیث	کرکے بیان کرتا ہے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا	جہنم میں بنالے (عبداللہ کہتے ہیں) کہ مجلس مبارک
وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعناہ منہ عندنا	سے لوگ جب باہر نکل آئے تو میں نے کہا کہ آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی کتاب
رواہ الطبرانی (مجمع الزوائد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے باتیں بیان کرتے ہیں ایسا کیوں کرتے ہیں جب رسول اللہ سے سن چکے کہ آپ نے اس کے متعلق کیا فرمایا حالانکہ آپ لوگ رسول اللہ کی طرف منسوب کر کر کے باتیں بکثرت بیان کرتے ہیں (عبداللہ کہتے ہیں) کہ میری بات سن کر (سننے والے صحابہ) ہنسنے لگے اور بولے کہ میرے بھائی کے بیٹے! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنا ہے وہ سب کتاب میں ہے یعنی نوشتہ اور لکھا ہوا ہے۔

مذکورہ بالا روایت کے الفاظ ہی میں نے پیش کر دیے ہیں، کیا اس سے حسب ذیل نتائج نہیں

۱۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب عبداللہ بن عمرو بن العاص کمسن تھے۔[1]

۲۔ عبداللہ بن عمرو کی کمسنی کے زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو صحابہ لکھ لیا کرتے تھے۔ "کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب" کل کا لفظ خاص طور پر لائق توجہ ہے۔

پس اگر یہ واقعہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر سُنی ہوئی بات کو ایک دو آ نہیں، بلکہ عموماً سننے والے لکھ لیا کرتے تھے اور ان کے اس طریقہ کار کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو مذہب کے ساتھ انسانی نفسیات کا جو تعلق ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوچنا چا بالآخر اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ غور کرنا چاہیے کہ ان نتائج میں جو ان حدیثوں سے پیدا ہوتے ان میں ا صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عام کی راہ سے مسلمانوں میں جن چیزوں کی اشاعت فرما رہے تھے ان دو سے پیدا ہونے والے نتائج میں کیا کوئی فرق باقی رہ سکتا تھا؟

---

[1] اگرچہ بالاتفاق لوگوں نے لکھا ہے کہ اپنے باپ عمرو بن العاص سے پہلے بعیت اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے ان کو ملا لیکن پھر بھی ان کی عمر کا حساب کرنے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد یہ مدینہ منورہ ہی پہنچ کر مسلمان ہوئے

© rasailojaraid.com